رجسٹرڈ نمبر ایل ۴۳۵

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ

دین کی نصرت کے لئے اک آسماں پر شور ہے | عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا | اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن

دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا
اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا۔ (الہام مسیح موعود)

الفضل

چندہ غیر ممالک سے سات روپے

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا (الہام مسیح موعود)

فہرست مضامین

جلد ۵ | ۵ فروری ۱۹۱۸ء | سہ شنبہ | مطابق ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ | نمبر ۶۳

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کی طبیعت چند دن سے ناساز ہے دو تین دن تو حضور نے مسجد مبارک میں ہی درس قرآن کریم دیا مگر تکلیف کے زیادہ بڑھ جانے سے پھر درس نہ ہو سکا احباب دعا فرماتے رہیں کہ خدا تعالیٰ حضور کو کامل صحت بخشے۔ حضور نے ۲۔ فروری کو دین کے لئے زندگی وقف کرنے والوں کے متعلق ایک تقریر میں فرمایا کہ اس وقت تک کے جس قدر یہاں دوستوں کی درخواستیں آ چکی ہیں۔ ان کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ایک وہ جن کے سپرد اس وقت کام کیا جائیگا۔ دوسرے وہ جن کو ضرورت کے وقت کام پر لگایا جائیگا۔ تیسرے وہ کہ جب ان کے مناسب حال کوئی کام نکلیگا اُس وقت انہیں لگایا جائیگا۔ ۳۔ فروری کو موضع بیری والا جو یہاں سے ...

اخبار احمدیہ

انگلستان میں تبلیغ اسلام

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ کہ ایک ہندوستانی نوجوان بنام مسٹر بھاٹی نے جو اس ملک میں امتحان بیرسٹری کی تیاری کر رہے ہیں اور گاہے بگاہے ملا کرتے اور مذہبی گفتگو کرتے تھے بالآخر قائل ہو کر ثبوت حضرت خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی تحریری تصدیق کی۔

اس کے علاوہ تین اشخاص انگریز خصوصیت سے زیر تبلیغ اس ہفتہ رہے۔ اُمید ہے جلد حق قبول کرینگے ایک صاحب جو بلجین فیلڈ آرمی میں آفیسر ہیں بذریعہ خط و کتابت اور مطالعہ کتب اسلامی حق تسلیم کر چکے ہیں۔ چند ایک شبہات کے رفع ہو جانے پر ناظرین ان کے اظہار اسلام کی بشارت سنینگے انشاء اللہ تعالیٰ۔ لیکچر حسب معمول اسلام کی صداقت پر کامیابی سے ہوئے۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحب موسم سرما گذارنے کے واسطے وینٹنور تشریف لے گئے ہیں جو بہ نسبت لنڈن کے کم سرد ہے۔ اور وہاں جاتے ہی ٹوٹن ہال میں لیکچر دینے اور تبلیغ کرنے کا موقع انہیں ملا جس کا ذکر وہاں کے مقامی انگریزی اخبارات میں بھی کیا گیا ہے۔ (خاکسار قاضی عبداللہ بی۔ اے۔ بی۔ ٹی مسلم مشنری لنڈن ڈبلیو نمبر ۴۔ ۱۳ دسمبر ۱۹۱۷ء)

جویندہ راہ حق کو جواب

حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور جس دوست نے جویندہ راہ حق کے نام سے خط لکھا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

الفضل

قادیان دارالامان ۵ فروری ۱۹۱۸ء

مولوی محمد احسن صاحب کا قدم کدھر اُٹھ رہا ہے

مولوی محمد احسن صاحب نے غیر مبائعین کی رفاقت اختیار کرکے انھیں خوش کرنے کے لئے جو جو کوششیں کی ہیں اور کررہے ہیں۔ ان سے اکثر لوگ آگاہ ہوچکے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کی شان میں جن کے متعلق ایک وقت انھوں نے لکھا تھا کہ میں یقین کامل سے کہتا ہوں کہ حقیقت آپ کی خلافت کی ثابت شدہ صداقت ہے اور منکرین اس کے بڑے خطاکار ہیں۔ مگر اب خود اس ثابت شدہ صداقت کا انکار کرکے بڑے خطاکاروں میں شامل ہوگئے ہیں۔ اور ایسے ایسے نازیبا اور گندے الفاظ سے آپ کو مخاطب کرتے ہیں کہ الاماں۔ لیکن اگر ان کی یہ ناحق کوشش یہاں تک ہی محدود رہتی۔ تو ہم خیال کرلیتے کہ چونکہ مولوی صاحب موصوف کو آپ سے ان دنیاوی فوائد اور اغراض کے حصول کی توقع نہ تھی۔ جو غیر مبائعین کی طرف سے انھیں حاصل ہوسکتی تھیں۔ اس لئے آپ سے نہ صرف برگشتہ ہوگئے۔ بلکہ اپنے یاران نو کو خوش کرنے کے لئے آپ کی شان میں تبرابازی بھی شروع کردی۔ لیکن اس کو کیا کہا جائے کہ مولوی صاحب موصوف کی نگاہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بھی تو کچھ قدر و وقعت نہیں رہی چنانچہ تھوڑا ہی عرصہ ہوا جبکہ مولانا نے برسر منبر جلوہ فرماتے ہوئے۔ ایک خطبہ جمعہ میں یوں درافشانی کی تھی کہ

"حضرت مسیح موعود کی بعثت بعثت ثانوی حضرت خاتم النبیین صلعم کی ماننا بدا ہتاً غلط و باطل ہے"

حالانکہ وہ خوب جانتے تھے کہ حضرت مسیح موعود نے اپنی بعثت کو خود حضرت خاتم النبیین صلعم کی بعثت ثانوی قرار دیا ہے پھر اگر آپ کی بعثت کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانوی ماننا بداہتاً غلط اور باطل ہے۔ تو پھر سوال ہوتا ہے کہ آپ نے جو یہ فرمایا ہے کہ

"ضرور ہے کہ مہدی معہود اور مسیح موعود مظہر تجلیات محمدیہ ہے۔ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بعثت دوم موقوف ہے"

اس کا کیا مطلب ہے۔ کیا یہ الفاظ صاف طور پر نہیں بتلارہے۔ کہ ان کے لکھنے والے کے نزدیک مسیح موعود پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانوی موقوف ہے، پھر جب وہی مسیح موعود ہے۔ تو اسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ کا مصداق قرار دینے کو غلط اور باطل کہنا۔ اسی پر حملہ کرنا نہیں تو اور کیا ہے۔

لیکن باوجود اس کے کہ ہم مولوی محمد احسن صاحب کو ان کی اس بیہودہ سرائی پر آگاہ کرچکے ہیں اور ان کے اس قول کو حضرت مسیح موعود کی متعدد تحریروں کے خلاف ثابت کرکے دکھلاچکے ہیں تاہم انھوں نے اس سے رجوع نہیں کیا۔ بلکہ آئے دن اس قسم کی درافشانی کرتے رہتے ہیں۔ جو حضرت مسیح موعود کے ارشادات کے بالکل مخالف اور متضاد ہوتی ہے۔

اس سے اگر ہم یہ نتیجہ نکالیں کہ انھیں حضرت مسیح موعود سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ اور آپ کی تحریروں کو وہ اپنی ہوا و ہوس کے سامنے کچھ بھی وقعت نہیں دیتے۔ اور ان کا قدم آپ کے خلاف اٹھ رہا ہے۔ تو یقیناً ہم حق بجانب ہیں۔ یہ کاش وہ لکیلا یعلم بعد علم شیئاً کے مصداق نہ بنتے تاکہ ان کی زبان و قلم سے خدا کے اس برگزیدہ انسان کے خلاف الفاظ نہ نکلتے۔ جو خدا کا نبی اور رسول ہوکر آیا اور جس کی اطاعت اور فرمانبرداری کو مولوی صاحب نے بھی ایک وقت تک اپنے لئے باعث نجات سمجھا لیکن بُرا ہو اس بڑھاپے کا جس کی برائی خود خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمائی ہے۔ اور جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان جن باتوں کو ایک وقت تک صحیح اور درست طور پر جانتا ہے۔ دوسرے وقت میں انھیں سے بالکل لاعلم اور ناواقف ہوجاتا ہے۔ پھر بُرا ہو اس حرص و آز کا جو شیطان کا پھندا بن کر گلے میں پڑجاتی ہے۔ اور چاہ ہلاکت میں گرائے بغیر پیچھا نہیں چھوڑتی۔ چونکہ مولوی صاحب موصوف خدا تعالیٰ ان پر رحم کرے۔ ان دونوں خطرناک دشمنوں کے پنجہ میں گرفتار ہیں اس لئے جو کچھ بھی ان کی زبان و قلم سے نکلے۔ اس کے متعلق نہایت آسانی کے ساتھ فیصلہ ہوسکتا ہے کہ وہ کہاں تک صداقت اور حقانیت پر مبنی ہوگا۔ مولوی صاحب موصوف کی طرف سے آئے دن جو دل آزار اور بیہودہ تحریریں پیغام میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ اور ان میں حضرت مسیح موعود کے خلاف جو کچھ درافشانی کی جاتی ہے وہ بہت طول طویل ہے۔ اور اس وقت اس کے تمام دکھانے پر نظر کرنا مقصود نہیں۔ بلکہ ان کی ایک تازہ کارستانی پر نظر ہے۔ جو آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے متعلق زہر اُگلتے ہوئے ۲۳۔ دسمبر کے پیغام صلح میں میاں صاحب کی تقریر شائع شدہ پر ایک نظر کے عنوان سے کی ہے اس مضمون میں بھی انھوں نے [illegible] بیہودہ سرائی سے کام لیا گیا ہے۔ اس کو ہم جواب نہ دیا کرتے ہوئے اس وقت صرف ایک بات کو پیش کرتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ مولوی صاحب اس مشہور حدیث کے متعلق۔ جو یہ ہے کہ لو کان الایمان معلقاً بالثریا لنالہ رجل من فارس کہ اگر ایمان آسمان پر چلا گیا تو ایک فارسی النسل انسان اس کو واپس لے آئیگا۔ لکھتے ہیں کہ

"رجل من فارس کا مصداق جو ہم حضرت مرزا صاحب کو اعتقاد کرتے ہیں۔ تو صرف ان کے الہام کی وجہ سے اس کا مصداق سمجھتے ہیں ورنہ اس حدیث کی پیشگوئی خواہ بصیغہ مفرد ہو۔ یا بصیغہ جمع منتظر الوقوع نہیں رہی۔ اس کی مصادیق تو پہلے واقعہ ہوچکی ہیں"

ان الفاظ سے مندرجہ ذیل نتائج نکلتے ہیں۔ اول یہ کہ مولوی محمد احسن صاحب حضرت مسیح کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی کا مصداق اس لئے سمجھتے ہیں

کہ آپ کو اس کے مصداق ہونے کا الہام ہو چکا ہے۔ ورنہ اگر الہام نہ ہوتا۔ تو پھر مولوی صاحب آپ کو ہرگز ہرگز اس کا مصداق نہ سمجھتے۔ دوم یہ کہ اس پیشگوئی کو خواہ بصیغہ مفرد اور خواہ بصیغہ جمع لیا جائے۔ اس کے مصداق بہت سے لوگ حضرت مسیح موعود سے پہلے بھی گذر چکے ہیں۔

پیشتر اس کے کہ ہم مولوی صاحب کے اس خیال کی کہ اس پیشگوئی کے مصادیق پہلے واقعہ ہو چکے ہیں حضرت مسیح موعود کی تحریر کے خلاف ثابت کر کے دکھلائیں۔ ان سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا ان کے نزدیک جو لوگ اس پیشگوئی کے مصداق گذر چکے ہیں۔ ان کو بھی وہ اس لئے اس کا مصداق اعتقاد کرتے ہیں کہ انھیں الہام ہوا تھا یا یونہی۔ اگر یونہی تو پھر ان کے اس خیال کے صحیح اور درست ہونے کا کیا ثبوت ہے۔ اگر وہ کہیں کہ اس کی تائید میں میرے پاس دلائل اور براہین ہیں۔ تو ہم پوچھتے ہیں کہ کیا حضرت مسیح موعود کے متعلق بھی سوائے آپ کے الہام کے کوئی دلیل ان کے پاس ہے۔ یا نہیں۔ اگر ہے تو پھر انھوں نے یہ کیوں لکھا کہ

"حضرت مرزا صاحب کو صرف ان کے الہام کی وجہ سے اس کا مصداق سمجھتے ہیں"۔

کیا اس سے صاف ثابت نہیں ہوتا کہ ان کے نزدیک سوائے الہام کے اور کوئی دلیل حضرت مسیح موعود کے اس پیشگوئی کے مصداق ہونے کے متعلق نہیں ہے۔ اور یہ تو وہ لکھ بھی چکے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کا الہام ضعیف سے ضعیف حدیث کے مقابلہ میں بھی رد کر دینے کے قابل ہے۔ اس لئے حضرت مسیح موعود کا الہام بھی کوئی ایسی مضبوط وجہ نہ ہوئی جو ان کو آپ کے مصداق ہونے پر قائل کر سکے۔ پس اس سے صاف ثابت ہو گیا۔ کہ مولوی صاحب اول تو حضرت مسیح موعود کو اس پیشگوئی کا مصداق سمجھتے ہی نہیں اور اگر کچھ سمجھتے ہیں تو دوسروں کے مقابلہ میں بہت ادنیٰ درجہ کا۔ مولوی صاحب موصوف کی اس حقیقت نوازی کو مد نظر رکھ کر ذرا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کو دیکھنا چاہئے جو آپ نے اس پیشگوئی کے متعلق فرمایا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں۔

"اگر کوئی یہ کہے۔ کہ کس طرح معلوم ہوا کہ حدیث لو کان الایمان معلقا بالثریا لنالہ رجل من فارس اس عاجز کے حق میں ہے۔ اور کیوں یہ جائز نہیں۔ کہ امت محمدیہ میں سے اور کسی کے حق میں ہو۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ براہین احمدیہ میں بار بار اس حدیث کا مصداق وحی الٰہی نے مجھے ٹھہرایا ہے۔ اور تصریح بیان فرمایا۔ کہ وہ میرے حق میں ہے۔ اور میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے۔ جو میرے پر نازل ہوا۔ و من ینکر بہ فلیبارز فلمباھلہ و لعنۃ اللہ علی من کذب الحق او افتری علی حضرۃ العزۃ۔ اور یہ دعویٰ امت محمدیہ میں سے آج تک کسی اور نے ہرگز نہیں کیا کہ خدا تعالیٰ نے میرا یہ نام رکھا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی وحی سے صرف میں اس نام کا مستحق ہوں" (تتمہ حقیقۃ الوحی)

کیا اس حوالہ سے صاف طور پر واضح نہیں ہو جاتا ہے کہ اس پیشگوئی کا مصداق سوائے حضرت مسیح موعود کے اور کوئی امت محمدیہ میں سے نہیں ہوا جب یہ ثابت ہے۔ تو پھر مولوی محمد احسن صاحب کا یہ لکھنا کہ اس کی مصادیق تو پہلے واقعہ ہو چکی ہیں حضرت مسیح موعود کے ارشاد کے صریح خلاف نہیں قرار دیا جا سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود تو اپنے سوا اور کسی کو اس کا مصداق قرار ہی نہیں دیتے۔ لیکن مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ اس کے مصداق آپ سے پہلے بہت سے گذر چکے ہیں۔ گویا حضرت مسیح موعود نے جو کچھ فرمایا ہے۔ وہ بالکل غلط ہے۔

اب ہم مولوی محمد علی صاحب سے پوچھتے ہیں کہ کیا انھیں مولوی صاحب کے متعلق انھوں نے حال ہی میں فخریہ طور پر اور اپنے حق پر ہونے کی دلیل کے رنگ میں لکھا تھا کہ

"اس رکن سلسلہ کو جس کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر مسیح موعود کا نزول ہوتا ہے ہمارے ساتھ شامل کر دیا"

وہ ذرا سوچ سمجھ کر بتلائیں کہ کیا مسیح موعود کا اسی کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر نزول ہوا تھا۔ جو آپ کے خلاف چل رہا۔ اور آپ کے صریح اور صاف ارشادات کو پس پشت ڈال رہا ہے۔ کاش ان لوگوں میں حق پسندی اور صداقت شعاری کا مادہ ہوتا۔ تا یہ ایک ایسے شخص کے جو اکیلا ہی بعد علم ثریا کا پورا پورا مصداق ہے اپنے ساتھ شامل ہونے پر مخر نہ ہوتے۔ بلکہ ماتم کرتے۔ اور اسے حق کی مخالفت پر کھڑا کر کے اس کی آخرت کو تباہ نہ کرتے۔

النظر

رسالہ انسداد امراض سلع

جناب ڈاکٹر محمد عمر صاحب اسسٹنٹ سرجن و ماہر اکسریز متعینہ میڈیکل کالج لکھنؤ کا مرتبہ ایک رسالہ امراض سل و دق کے متعلق ہمارے پاس برائے ریویو پہنچا ہے۔ اگرچہ رسالہ قلیل الضخامت ہے۔ لیکن مطالب کے لحاظ سے کثیر الفوائد کہا جا سکتا ہے۔ جناب ڈاکٹر صاحب موصوف نے ان امراض کے پھیلنے کے اسباب ان کے تدارک کا انتظام ان کی ابتدائی علامات۔ اور مدقوق کے لئے قواعد اور ہدایات نہایت عمدگی کے ساتھ بیان کی ہیں۔ اور ان کا دعوے ہے کہ "انشاء اللہ ان چند ہدایات پر عمل کرنے اور اپنے ڈاکٹر کے نصائح پر کار بند ہونے سے مدقوق بہت جلد اچھا ہو جائیگا اور ان پر عمل پیرا ہو کر دوسروں کے لئے خطرہ کا باعث نہ ہوگا پھر "یہ ساری ہدایات جو اس پرچہ میں درج ہیں۔ اس قدر آسان ہیں کہ ان پر عمل کرنے سے مرض بجائے عالمگیر ہونے کے ملک ہند سے بہت جلد مٹ سکتا ہے" ہم علم طب سے دلچسپی رکھنے والے اور دوسرے حاجتمند اصحاب کو مشورہ دیتے ہیں۔ کہ وہ ضرور اس رسالہ کا مطالعہ کریں لکھائی چھپائی بہت عمدہ ہے۔ اور غالباً ڈاکٹر صاحب موصوف محصول ڈاک سے مفت ارسال کر دیں گے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

خطبہ جمعہ

استخارہ کیا ہے

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

(فرمودہ ۱۸- جنوری ۱۹۱۸ء)

حضور نے سورہ فاتحہ پڑھ کر فرمایا کہ

مجھے یہ بات معلوم کر کے بہت تعجب ہوا کہ کئی لوگ ایسے ہیں- جو یہ نہیں جانتے کہ استخارہ کیا ہوتا ہے- حالانکہ استخارہ اسلام کے اعلیٰ رکنوں میں سے ایک رکن ہے- اور اتنا بڑا رکن ہے- کہ ہر ایک مسلمان کے لئے فرض کیا گیا ہے- اور بغیر اس کے اس کی عبادت مکمل ہی نہیں ہو سکتی- کہ ایک دن رات میں پانچ وقت اور ہر ایک رکعت میں ایک بار استخارہ نہ کرے- تو یہ ایک ایسا ضروری اور لازمی رکن ہے کہ اسلام نے اس کے لئے ایک دن رات میں پانچ اوقات مقرر کئے ہیں- اور ہر وقت میں جتنی رکعت پڑھی جاتی ہیں- اتنی ہی بار استخارہ کیا جاتا ہے- پھر سنن اور نوافل میں بھی استخارہ ہوتا ہے- پس جب یہ ایسا ضروری اور اہم ہے- تو اس سے ناواقفیت نہایت تعجب اور افسوس کا مقام ہے

استخارہ کے کیا معنی ہیں- یہ کہ خدا تعالیٰ سے خیر طلب کرنا اور اللہ تعالیٰ سے یہ چاہنا کہ وہ کام جو میں کرنے لگا ہوں اس کے کرنے کا سیدھا اور محفوظ رستہ دکھایا جائے-

سورہ فاتحہ جس کا ہر رکعت میں پڑھنا ضروری ہے اس میں بھی یہی کہا جاتا ہے کہ الحمد للہ رب العلمین الرحمن الرحیم- مالک یوم الدین ایاک نعبد و ایاک نستعین اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین

پہلے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی جاتی ہے- پھر تعریف کے بعد اپنی عبودیت کا اظہار ہوتا ہے- اور اس کے بعد انسان اللہ تعالیٰ سے کہتا ہے کہ اے میرے خدا جس طرح تو اپنے خاص بندوں کی راہ نمائی کیا کرتا ہے- اسی طرح میری راہ نمائی فرما- اور اس راہ پر چلنے سے مجھے بچا- جس پر وہ لوگ چلے- جو کہ ایک وقت تک تو تیرے حکم کے ماتحت رہے- لیکن پھر انہوں نے اس راہ کو چھوڑ دیا- یہ ہے سورہ فاتحہ جس کا ہر رکعت میں پڑھنا ضروری ہے- اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے- اس کے پڑھنے کے بغیر نماز ہی نہیں ہو سکتی- یہی استخارہ ہے- صرف نام کا فرق ہے اس کو سورہ فاتحہ کہا جاتا ہے- اور دوسرے وقت اسی کا نام استخارہ رکھا جاتا ہے- استخارہ کے معنی خیر مانگنا ہے- اور اس خیر مانگنے کا طریق سورہ فاتحہ میں بتایا گیا ہے- اس لئے استخارہ کرنا- اور سورہ فاتحہ پڑھنا ایک ہی ہے فرق اگر ہے تو یہ ہے- کہ سورہ فاتحہ پڑھتے وقت ہر ایک بات ہر ایک معاملہ اور ہر ایک کام کے متعلق خیر طلب کی جاتی ہے- مگر استخارہ کرتے وقت کسی خاص معاملہ کے متعلق خیر طلب کی جاتی ہے-

تو اسلام نے سب عبادتوں کی جڑ استخارہ ہی کو مقرر کیا ہے- خدا کی تعریف بیان کر کے اپنی عبودیت کا اظہار کرنا کیا ہوتا ہے- یہی کہ انسان خدا تعالیٰ کا مطیع اور فرمانبردار ہو جائے- اور وہی کام کرے جو خدا اسے بتائے- اور جو خدا کی منشاء کے ماتحت ہو- سورہ فاتحہ میں یہی بتایا گیا ہے- کہ خدا سے پوچھو کہ فلاں کام ہم کس طرح کریں- اگرچہ کرنے والے کاموں کے متعلق شریعت نے احکام بتا دیئے ہیں- لیکن وہ عام طور پر ہیں اور عام باتیں خاص لوگوں کے لئے نہیں ہوتیں- بلکہ ان کو خاص طور پر بتائی جاتی ہیں- انہیں کے دریافت کرنے کے لئے سورہ فاتحہ میں درخواست کی جاتی ہے- اور انسان خدا تعالیٰ کے حضور کھڑا ہو کر کہتا ہے- کہ میں اپنے متعلق خود کوئی رستہ اختیار نہیں کرتا- جو آپ بتائیں گے اسی پر چلونگا- یہی استخارہ ہوتا ہے- جو ہر رکعت میں کیا جاتا ہے-

بعض لوگوں نے یہ خیال کر لیا ہے- کہ جب کسی امر کے متعلق استخارہ کیا جائے- تو ضرور ہے کہ اس کے بارے میں خدا کی طرف سے انہیں آواز کے ذریعہ بتایا جائے کہ کرو یا نہ کرو- لیکن کیا سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد انہیں کوئی آواز آیا کرتی ہے- ہرگز نہیں- بلکہ اس کا نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ جو کام وہ کرتے ہیں- اس میں برکت ڈالی جاتی ہے- اور جو نقصان پہنچانے والے ہوتے ہیں- ان سے روکا جاتا ہے- یہی بات استخارہ میں ہوتی ہے خدا تعالیٰ سے دعا کی جاتی ہے کہ اگر فلاں کام میرے لئے مفید اور فائدہ بخش ہے- تو اس کے کرنے کی توفیق دے- اور اگر نہیں تو اس سے مجھے باز رکھ لے- میں نہیں جانتا کہ اس کے متعلق تیری کیا رضی ہے- ممکن ہے میں اسے تیری رضا کے ماتحت سمجھوں اور ہو اس کے خلاف- اس لئے میں تیری رضا کے آگے اپنے آپ ڈال دیتا ہوں جس طرح تیری مرضی ہے- اس کے مطابق مجھے چلا- یہ استخارہ ہوتا ہے- اس پر خدا تعالیٰ کبھی بتا بھی دیتا ہے لیکن ضروری نہیں کہ بتلائے- کیونکہ خدا تعالیٰ انسان کے ماتحت نہیں- بلکہ آقا ہے اور آقا کے لئے ضروری نہیں ہوتا کہ نوکر کو ہر ایک کام کے متعلق کہے- تب وہ کرے ورنہ نہ کرے- اکثر اوقات آقا کی خموشی ہی حکم ہوتا ہے- تو استخارہ کے لئے کسی خواب یا الہام کے آنے کی ضرورت نہیں ہوتی- لیکن کئی لوگ اس کو ضروری سمجھتے ہیں- اور خواہش رکھتے ہیں- کہ انہیں خوابیں آئیں- حالانکہ ایسی خوابیں جو خواہش پر آئیں کسی معرفت کی نہیں ہوتیں- دیکھو اگر ایک شخص اپنے دوست کی ملاقات کے لئے جائیگا تو اس کا دوست مقدور بھر اسے اچھی خوراک کھلائیگا اور اس کی خاطر تواضع کرے گا- لیکن اگر وہ ملاقات کی نیت سے نہ جائے کہ آپس میں پیار اور محبت کے تعلقات مضبوط ہوں- بلکہ اس خیال سے جائے کہ وہاں مجھے اچھا کھانا ملیگا- تو وہ ایک بیہودہ اور لغو انسان ہو گا- کیونکہ اگر وہ ملنے کی نیت سے جاتا تب بھی اسے اچھا کھانا مل جاتا -اور اب جب کہ صرف کھانے کی خاطر آیا ہے تب بھی مل گیا ہے- لیکن یہ کھانا اس کے لئے کسی فخر کا باعث نہیں- بلکہ ذلت کا موجب ہے اسی طرح وہ شخص- جو اس لئے استخارہ کرتا ہے- کہ مجھے خوابیں آئیں- وہ ایک بیہودہ حرکت کرتا ہے- اور

"ایسی خوابیں اس کے سوا کچھ بھی مفید نہیں ہونگی۔ پھر اگر استخارہ کرنے پر خوابوں کا آنا ضروری ہے۔ تو چاہئے کہ انسان کو ہر رات خوابیں ہی آتی رہیں۔ ہر بات کے متعلق اسے اسی طرح آگاہ کیا جایا کرے۔ کیونکہ ہر روز نمازوں میں کئی کئی بار وہ استخارہ کرتا ہے۔ لیکن استخارہ کے لئے خوابوں کا آنا ضروری نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ تو دعا ہے۔ اس کے کرنے کے بعد جو خدا دل میں ڈالے اس پر عمل کرنا چاہئے۔ اگر خدا تعالیٰ اس کام کے متعلق انشراح کر دے تو کر لیا جائے۔ اور اگر قبض پیدا ہو۔ تو نہ کیا جائے۔

غیر مبائعین کے حملے حضرت مسیح موعود پر

پیام صلح کے ایک تازہ پرچہ میں "اب کوئی نبی کیوں آئے" کے عنوان سے ایک مضمون لکھتے ہوئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پر جس قدر حملے کئے گئے ہیں۔ ان میں سے مشتے نمونہ کے طور پر چند ایک ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔ ناظرین اندازہ لگالیں کہ ان لوگوں کی کیا حالت ہو رہی ہے۔

پیام لکھتا ہے "کیا اسلام نے۔ یا قرآن نے ہمیں کسی اور نبی کے آنے کا پتہ دیا ہے۔ کہ ہم اس کی راہ دیکھیں" ہم پوچھتے ہیں کہ اگر قرآن یا اسلام نے کسی نبی کے آنے کا پتہ نہیں دیا۔ تو کیا حضرت مسیح موعود نے یونہی فرمایا ہے کہ

"یہودیوں اور عیسائیوں اور مسلمانوں پر بباعث ان کے کسی پوشیدہ گناہ کے یہ ابتلا آیا کہ جن راہوں سے وہ اپنے موعود نبیوں کا انتظار کر رہے تھے۔ ان راہوں سے وہ نبی نہیں آئے۔ بلکہ چور کی طرح کسی اور راہ سے آگئے" (نزول المسیح صفحہ ۳۵)

پھر پیام لکھتا ہے۔ کہ جو نا اہل کہتا ہے کہ ہم میں نبی آیا

اور آئندہ بھی نبی آئیں گے۔ وہ وحی نبوت کی حقیقت سے محض ناآشنا اور قرآن کریم کے علم سے محض ناواقف ہے۔ ہم کہتے ہیں یہ نا اہلی کا فتویٰ اور قرآن کریم سے ناواقفی کا الزام آپ نے مسیح موعود پر دیا ہے۔ جو فرماتے ہیں کہ

"قادر اور کامل خدا ہمیشہ نبیوں پر ظاہر ہوتا رہا ہے۔ اور ظاہر ہوتا رہیگا"

(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۸)

پھر پیام لکھتا ہے۔ کہ "ہمیں کہا جاتا ہے۔ اور بڑے زور سے کہا جاتا ہے۔ کہ اس وقت جو شخص مسیح موعود کے نام سے ظاہر ہوا اس کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک امتی کی اور ایک نبی کی۔ مگر ہم حیران ہیں کہ یہ کیسا نبی ہے کہ نہ وہ نبیوں کی قطار میں کھڑا ہو سکتا ہے۔ اور نہ امتیوں کی قطار میں"

ہم کہتے ہیں کہ یہ اعتراض بھی آپ نے حضرت مسیح موعود پر کیا۔ نہ ہم پر کیونکہ آنجناب نے ہی فرمایا ہے کہ

"خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضہ روحانیہ کا کمال ثابت کرنے کے لئے۔ یہ مرتبہ بخشا ہے۔ کہ آپ کے فیض کی برکت سے مجھے نبوت کے مقام تک پہنچایا۔ اس لئے میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰ حاشیہ)

پھر پیام لکھتا ہے کہ خدا کا کلام قرآن مجید جو ہماری نظر کے سامنے ہے۔ ہمیں یہ بتا رہا ہے۔ کہ سلسلہ انبیاء و رسل اللہ کا نزول کتاب اللہ سے وابستہ ہے۔ یعنی جب کوئی نبی آئیگا۔ ضرور ہے کہ اس کے ساتھ کتاب اللہ کا بھی نزول ہو۔

ہمارا جواب ہے کہ آپ کا یہ اعتراض بھی حضرت مسیح موعود پر پڑتا ہے۔ کیونکہ وہی فرماتے ہیں:۔

"نبی کے معنے صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو۔ اور شرف مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں۔ اور نہ یہ

ضروری ہے کہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو۔" (براہین حصہ پنجم صفحہ ۱۳۸)

اسی لئے حضور علیہ السلام مسیح ناصری کی نسبت یوں فرماتے ہیں:۔

"و اما عیسیٰ فهو من خدام الشريعة الاسرائيلية ومن انبياء سلسلة موسیٰ و اما اوتی له شريعة كاملة مستقلة ولا يوجد فی كتابه تفصيل الحلال والحرام والوراثة والنكاح ومسائل اخرى والنصارى يعترفون بذالك" (خطبہ الہامیہ حاشیہ صفحہ ح)

اور اپنے حق میں ارقام کرتے ہیں "رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے" (اشتہار ازالہ غلطی)

پھر پیام لکھتا ہے کہ "ہم نبیوں کی آمد کے مدعیوں کو پوچھتے ہیں کہ بعد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے نبیوں کی آمد کی کوئی ضرورت بتلاویں"

ہم کہتے ہیں کہ جب تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۸ میں حضرت مسیح موعود نے لکھا تھا کہ:۔

"خدا ہمیشہ نبیوں پر ظاہر ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہیگا"

یہ سوال اس وقت کرنا تھا۔

علاوہ ازیں حضرت مسیح موعود بیسیوں جگہ فرما چکے ہیں "بنی اسرائیل میں کئی ایسے نبی ہوئے ہیں جن پر کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی" (بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء)

پس جو ضرورت ان نبیوں کے آنے کی تھی۔ وہی ضرورت اب سمجھ لیں۔

اخبار پیام صلح کے اس مضمون سے یہ چند ایک مثالیں پیش کی گئی ہیں۔ جن سے صاف طور سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ لوگ کس بیباکی اور بے تہذیبی کے ساتھ حضرت مسیح موعود پر حملہ آور ہو رہے ہیں اور آپ کے صریح اور صاف ارشادات کو پس پشت ڈال رہے ہیں۔

افضل الدین (وکیل)

حضرت مسیح موعود کی زندگی میں میرا مذہب کیا تھا

(مرقومہ جناب مفتی محمد صادق صاحب از لنڈن)

اس کے واسطے میں اخبار بدر جلد ۷ نمبر ۱۔ مورخہ ۲ جنوری ۱۹۰۸ء کے صفحہ ۲ کالم ۲ و ۳ سے اپنے شائع کردہ الفاظ نقل کرتا ہوں۔

"۲۶۔ دسمبر کی صبح کو حضرت اقدس باہر سیر کے واسطے تشریف لے چلے۔ احباب جوق در جوق ساتھ ہوئے۔ عاشق پروانہ کی طرح زیارت کے واسطے آگے بڑھتے تھے۔ اس قدر ہجوم تھا کہ سیر پر جانا مشکل ہو گیا۔ حضرت اقدس گاؤں کے باہر ایک درخت کے نیچے کھڑے ہو گئے تاکہ نوواردین مصافحہ کر لیں۔ قریباً دو گھنٹے تک آپ کھڑے رہے۔ اور عشاق آگے بڑھ بڑھ کر آپ کا ہاتھ چومتے رہے۔ اس وقت کا نظارہ قابل دید تھا۔ ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ سب سے پہلے میں آگے بڑھوں۔ اور زیارت کروں۔ ایک دیہاتی دوسرے کو کہہ رہا تھا۔ کہ اس بھیڑ میں سے زور کے ساتھ اندر جا۔ اور زیارت کر۔ اور ایسے موقعہ پر بدن کی بوٹیاں بھی اڑ جائیں تو پرواہ نہ کر۔ ایک صاحب بولے کہ لوگوں کو بہت تکلیف ہے اور خود حضرت ایسے گرد و غبار میں اتنے عرصہ سے تکلیف کے ساتھ کھڑے ہیں۔ میں نے کہا لوگ بیچارے سچے ہیں کیا کریں تیرہ سو سال کے بعد ایک نبی کا چہرہ دنیا میں نظر آیا ہے پروانہ نہ بنیں تو کیا کریں۔ اس وقت خدا تعالیٰ کی وہ وحی یاد آ کر غالب اور سچے خدا کے آگے سر جھک جاتا تھا۔ جس میں آج سے پچیس سال پہلے کہا گیا تھا کہ لوگ دور دور سے تیرے پاس آویں گے۔ یہی بازار اور یہی میدان تھے۔ جن میں سے حضرت اکیلے گذر جاتے تھے۔ اور کوئی خیال نہ کرتا تھا۔ کہ کون گیا ہے۔ اور یہی میدان آج ان ہزاروں آدمیوں سے بھر گئے ہیں۔ جو صرف اس کی پیاری صورت کے دیکھنے کے عاشق ہیں۔ کاش کہ اب بھی مخالف سوچیں۔ اور غور کریں کہ کیا یہ انسان کا کام ہے کہ وہ ایسی بات اپنے پاس سے بنائے اور پھر وہ ایسے زور سے باوجود مخالفت کے پوری بھی ہو جاوے۔"

یہ میری تحریر ہے۔ جو میں نے جلسہ سالانہ دسمبر ۱۹۰۷ء کی رپورٹ میں شائع کی۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس وقت بھی میرا یہی مذہب تھا کہ مسیح موعود نبی ہے۔ اور بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آج تک سوائے مسیح موعود کے۔ اور کوئی نبی نہیں ہوا۔ میں عموماً اپنی رپورٹیں ڈائریاں قبل اشاعت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دکھا لیا کرتا تھا۔ اور ممکن ہے کہ یہ مسودہ بھی دکھا لیا گیا ہو۔ اور نہ دکھایا گیا ہو تب بھی یہ ظاہر ہے کہ جماعت نے اس وقت اخبار کو پڑھا۔ حضرت مسیح موعود اخبار بدر کو بغور پڑھا کرتے تھے۔ اور کوئی غلطی ہوتی۔ تو مجھے فرمایا کرتے تھے۔ اور دوسرے پرچہ میں اصلاح کر دی جاتی تھی۔ یہی طرز عمل بدر کے متعلق حضرت استاذی المکرم خلیفہ اول کا تھا۔ سب نے اس اخبار کو پڑھا کسی نے اعتراض نہ کیا۔ خواجہ صاحب۔ ڈاکٹر صاحبان۔ جو ہمیشہ بدر کے نقائص تلاش کرنے میں ساعی رہتے اور ذرا ذرا سی بات پر اتنے جوش میں آتے کہ صدر انجمن کے اجلاس میں شور مچاتے۔ چنانچہ ایک دفعہ الحکم اور بدر کے ساتھ کسی حکیم کا ضمیمہ شائع ہوا تھا جس میں کوئی دوائی مونچھوں کے بڑھانے کی بھی تھی۔ تو ڈاکٹر صاحب لاہور سے بھاگے بھاگے آئے۔ اور خواجہ صاحب اور مولوی محمد علی کو ساتھ لایا۔ اور باوجود حضرت خلیفہ اول کے سمجھانے کے کہ یہ ایک ادنیٰ سہو ہے۔ انجمن میں ریزولیوشن پاس کرایا۔ کہ ایسا اشتہار خلاف شرع ہے۔ اور انجمن اسے پسند نہیں کرتی۔ اور جوش مخالفت میں یہ نہ سوچا کہ جس حدیث میں لبوں کے کٹوانے کا حکم ہے۔ وہاں ریش مبارک کے بڑھانے کا بھی حکم ہے۔ اور اپنی ریش ہائے مبارک پر ہاتھ لگا کر جو کرکٹ گراؤنڈ کے سبزہ زار کی مانند کبھی نصف انچ سے آگے نہ بڑھتی تھیں شرمندہ نہ ہوئے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اخبارات پر ایسا نوٹس لینے میں وہ کچھ بدنیتی رکھتے تھے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ ان کی نیکی تھی کہ وہ میری تحریروں۔ اور میرے اخبار کو بغور پڑھتے اور اس پر ہمیشہ نیک نیتی سے نکتہ چینی کرتے۔ اس واسطے میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ تیرہ سو سال میں مسیح موعود کے واسطے نبی اللہ کا لفظ اگر اس زبردست نکتہ چینیوں کی جماعت کے خلاف ہوتا تو وہ یقیناً اتنا شور مچاتے کہ (آسمان کی طرف ان کی نگاہ نہیں تو) زمین کو ضرور سر پر اٹھا لیتے۔ میں ان پر ہمیشہ حسن ظن رہا۔ اور اب بھی ہوں کہ وہ مسیح موعود کی وفات تک اور اس کے بعد بھی ایک عرصہ تک حضرت مسیح موعود کو ہم سب کی طرح ۱۳۰۰ سال میں اکیلا نبی اللہ مانتے تھے۔ مگر ان کی شامت اعمال سے کہیں یہی الفاظ حضرت اولوالعزم پسر موعود صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب کے منہ سے بھی نکل گئے۔ اور اہل بیت کے ساتھ جو بغض و عناد کا بیج وہ اپنے دلوں میں بو چکے تھے۔ اس کے نشوونما کے ساتھ من جملہ اور مسائل کے اس کو بھی ساتھ رکھ لیا گیا۔ اور جب ایک دفعہ انکار منہ سے نکل گیا۔ تو بات بڑھتے بڑھتے بڑھ گئی۔

میرے متعلق کہا جاتا ہے کہ میں نے شبلی کو کہا تھا۔ کہ مسیح موعود لغوی معنوں میں نبی ہیں۔ اور کہ میں نے کسی لیکچر میں کہا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کے سردار ہیں۔ اور ان سے پیچھے نبیوں کی تعداد پر تعجب ہے کہ ان دو فقروں سے مخالفین اپنی تائید چاہتے ہیں۔ حالانکہ اول تو میں نے یہ فقرہ نہیں بولا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لغوی معنوں میں نبی ہیں۔ شبلی نے یہ لفظ بولے تھے۔ جس کے جواب میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ حدیث میں مسیح موعود کو نبی اللہ کہا گیا ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ لغت میں بھی نبی اسی کو نبی کہتے ہیں۔ جو شریعت میں نبی ہے۔ اس بات کو حضرت مسیح موعود نے بھی بوضاحت لکھا ہے۔ کبھی کسی نے ریلوے کا ٹائم ٹیبل بنانے والے کو یا جنتریاں بنانے والے لاہوری پنڈت کو

سو یہ سب پہلے باتیں بتلانے کے لئے ہی نبی نہیں کہا۔ نبی کا لفظ شریعت میں ہر ایک جگہ ایک ہی مفہوم کے واسطے استعمال کیا جاتا ہے۔ اور وہ مفہوم وہی ہے۔ جو ابراہیم موسیٰ۔ عیسیٰ۔ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کا مفہوم ہے۔ باقی رہا یہ امر کہ آنحضرت کے پیچھے نبیوں کی قطار ہے۔ میں نے اس میں کب کہا ہے۔ کہ اس قطار کے ممبر شیخ جیلانی۔ حضرت اجمیری۔ اور قطب الدین ہیں۔ میں نے اس قطار میں کسی کا نام اس جگہ نہیں لیا۔ اور میرا یہی مذہب ہے کہ تمام انبیاء جو پہلے گذر چکے۔ اور مسیح موعود۔ اور آئندہ جو ہوں۔ قیامت تک سب کے سردار رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پس یہ نبیوں کی قطار نہیں تو اور کیا ہے۔ بہر حال میرا جنوری ۱۹۰۸ء کا اعلان اور اس پر کسی کا کبھی معترض نہ ہونا ظاہر کرتا ہے کہ میرا اور سب جماعت کا اس وقت یہی مذہب تھا جس پر اب تک حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ کے صادقین اور مخلصین قائم ہیں۔ میں اپنے قدیمی دوستوں کو پھر ادب نصیحت کرتا ہوں۔ کہ آپ لوگوں نے مسیح موعود کا زمانہ دیکھا اور اس کے مخالفین و معاندین کے عبرتناک انجام کو دیکھا۔ میں آپ لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ حضرت محمود کی مخالفت ان سے بڑھ کر خرابی کا ذخیرہ تمہارے واسطے جمع کر رہی ہے۔ وہ لوگ ایک حد تک معذور تھے مگر بظاہر آپ کے واسطے کوئی عذر نہیں۔ خدا تعالےٰ غفور الرحیم ہے۔ اب بھی توبہ کرو ضد کو چھوڑ دو۔ اور خدا تعالےٰ کے قائم کردہ سلسلہ کی ہتک نہ کرو۔ جس خدا نے مرزا صاحب کو مسیح موعود بنایا اسی نے محمود کو مسیح کا جانشین بنا دیا ہے۔ اس کی قبولیت کو دیکھو۔ اس کے روحانی علم کو دیکھو اس کے فیضان کو دیکھو۔

اگر در خانہ کس است حرفش بس است

درخواست دعا

جناب ایڈیٹر صاحب اخبار الفضل قادیان السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ اخبار میں شائع فرما دیں کہ تمام احمدی جماعتوں کے پیش امام صاحبان میرے بیٹے ظہور احمد شاہ کی صحت کے واسطے دعا کریں جو کہ مرض نمونیہ سے بیمار ہے۔ مشکور ہونگا غلام حسین کنٹیل خادم حصار

ہندوستان کی خبریں

سر ہارکورٹ بٹلر بمبئی میں

سر ہارکورٹ بٹلر جو صوبجات متحدہ کے لفٹنٹ گورنر مقرر ہوئے ہیں۔ معہ کپتان یونگ ایڈیکانگ ۲۸ ستمبر کو میل کے ذریعہ بمبئی پہنچ گئے۔

دیسی عیسائیوں کے خلاف مقدمہ

شانتی نگر کے ۲۷ دیسی عیسائیوں کے خلاف بلوہ کرنے اور مسلمانوں کو ضرب شدید پہنچانے کے الزام میں۔ جو مقدمہ مسٹر ہیرن ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں چل رہا تھا۔ اس میں ۲ ملزمان رہا کئے گئے ہیں۔ عدالت نے قرار دیا کہ ان کے خلاف شناخت کا کوئی ثبوت موجود نہیں ہے۔ استغاثہ کی طرف سے مزید گواہان کی شہادت جاری ہے۔

بنگال نیشنل بنک کا مقدمہ

بنگال نیشنل بنک کے مقدمہ میں جس میں آنریبل مسٹر پی۔ این باسو۔ ہز ہائینس مہاراجہ صاحب دربھنگہ اور دیگر ۱۲ اصحاب مدعا علیہ ہیں۔ مدعی بنک نے مسٹر جسٹس چودھری کی اجازت سے ۲۹۔ جنوری کو مسٹر پی۔ این باسو اور دو دیگر اصحاب کے خلاف مقدمہ واپس لے لیا۔ اب مہاراجہ صاحب دربھنگہ اور دیگر چار مدعا علیہم کے خلاف مقدمہ چلے گا۔

ٹکٹوں کی چوری

گذشتہ جمعرات کو کلکتہ پولیس کو اطلاع ملی کہ سپرنٹنڈنٹ پرنٹنگ اینڈ اسٹامپ کے دفتر سے قریبا ایک ہزار روپے کے ایک آنہ والے ٹکٹ غائب ہیں معلوم ہوتا ہے کہ دفتر مذکور کو کئی ہزار کے ٹکٹ اس غرض سے بھیجے گئے تھے کہ ان پر ہندی میں "گوالیار سرکار" کے الفاظ چھاپے جائیں۔

گیہوں کا نرخ

ہفتہ میں مفصلہ ذیل مقامات پر گیہوں کے مفصلہ ذیل نرخ

تلمبند کئے گئے ہیں۔ راولپنڈی ۴½ سیر فیروزپور ۴¾ سیر انبالہ۔ لاہور۔ لائل پور ۵ سیر۔

برما میں اندھوں کے لئے سکول

رنگون ۲۶۔ جنوری۔ گذشتہ شب کو ہائی کورٹ میں مسٹر جسٹس ینگ کے زیر صدارت ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں یہ بیان کیا گیا۔ کہ برما میں اندھوں کی تعلیم کے لئے ایک سکول کھولا جائے۔ اور چونکہ پندرہ ہزار اندھے اس وقت برما میں موجود ہیں۔ اس لئے اسکول کا کھولنا ضروری ہے۔ اس کے بعد اندھوں کے نصاب تعلیم کے متعلق بڑی مدلل تقریریں کی گئیں۔ اور اسی وقت ۱۸ ہزار روپیہ جمع ہو گیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

درس قرآن کریم کے نوٹ

از افاضات حضرت خلیفہ ثانی۔

(مرتبہ غلام نبی دبلانوی)

سورہ ہود

آٹھواں رکوع

(۱۳۔ دسمبر ۱۹۱۷ء)

اس رکوع میں اللہ تعالیٰ ایک اور نبی کا ذکر فرماتا ہے کہ اس کے وقت اس کی قوم جس نے قبول نہ کیا تھا۔ کس طرح ہلاک ہوئی فرماتا ہے۔ والی مدین اخاھم شعیبا۔ اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔

مدین ایک تجارتی شہر تھا

مدین ایک قبیلہ تھا۔ اور ایک شہر کا نام بھی تھا۔ حضرت ابراہیم کا ایک بیٹا مدین تھا جو قتورہ کے پیٹ سے تھا۔ اور جس کا ذکر پیدائش باب ۲۵ میں آتا ہے۔ یہ قوم حجاز کے شمال میں آباد ہوئی تھی۔ اور پھیلتے پھیلتے شام تک چلی گئی تھی سینا کے علاقہ میں بھی تھی۔ خلیج عقبہ کے ساتھ ساتھ اس کی بستیاں بسی تھیں۔ بعض نے مدین سے مدیان شہر جو بغداد سے آٹھ میل پر تھا خیال کر لیا ہے۔ مگر یہ مدین طور تھا۔ سینا۔ شام اور عرب کے شمالی علاقہ میں مدین نام کی کئی بستیاں تھیں۔ لیکن ان کا اصل مرکز ایک شہر تھا جس کا نام مدین تھا۔ جو اپنے زمانہ میں بہت بڑا شہر تھا۔ اور ساحل کے کنارے پر تھا۔ قریبا ۲ میل سمندر سے پرے۔ بعض نے اسے بندرگاہ لکھا ہے اور بعض نے شہر۔ اس لئے اس کے متعلق اختلاف ہے۔ مگر وہ شہر ہی ہے۔ اور اس کی تجارت بندرگاہ ہونے کی وجہ سے بہت پھیلی ہوئی تھی۔ اور اس میں تاجر کثرت سے بستے تھے۔ ان میں یہ مرض پھیلی تھی کہ وزن کرنے میں نقص کرتے تھے۔ اور چونکہ اکثر حصہ شہر کا تجارت پیشہ تھا۔ اس لئے ان کی یہ مرض گویا تمام شہر میں پھیلی ہوئی تھی۔

حضرت شعیب کی اپنی قوم کو نصیحت۔

اس وقت اللہ نے ان کی اس مرض کی اصلاح کے لئے ایک نبی بھیجا۔ جن کا نام شعیب ہے۔ اس نے آکر کہا اے قوم اللہ کی عبادت کرو۔ جس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ تجارت میں دھوکہ کرنا بھی ایک شرک ہوتا ہے۔ کیونکہ ایسا کرنے والوں کا خیال ہوتا ہے کہ اگر ہم ایسا نہ کریں گے۔ تو پھر کام نہیں چل سکیگا۔ جس طرح آج کل عام طور پر تاجر لوگ کہتے ہیں۔ کہ سود کے بغیر تجارت نہیں ہو سکتی۔ اس لئے ان کو منع کیا گیا۔ کہ ایسا شرک نہ کرو۔ چنانچہ حضرت شعیب نے ان کو کہا کہ ماپنے کی چیزوں کو کم اور نہ تول میں کمی کرو۔ میں تم پر خدا کا بڑا فضل دیکھتا ہوں۔ یعنی تم بہت مالدار ہو۔ پھر تمھیں ایسا کرنے کی کیا ضرورت ہے لیکن اگر تم اس سے باز نہ آئے۔ تو میں ڈرتا ہوں اس عذاب سے جو تمھیں گھیرے گا۔

بَقِیَّتُ اللّٰہِ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝

ماپوں کو کم نہ رکھنے اور کم تولنے سے منع کرکے۔ اور انصاف کے ساتھ پورا دینے کا حکم دے کر حضرت شعیب نے کہا۔ اللہ کی طرف سے جو کچھ تمھارے لئے باقی رکھا گیا ہے۔ وہ تمھارے لئے بہت بہتر ہے۔ یعنی جس کے لینے کا تمھیں حق ہے۔ وہی تمھارے لئے مفید ہے بشرطیکہ تم مومن ہو۔ اللہ پر تمھیں ایمان ہو۔

حضرت شعیب کو ان کی قوم کا جواب

اس کے جواب میں ان کی قوم نے انھیں کہا:۔

قَالُوْا یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُکَ تَاْمُرُکَ اَنْ نَّتْرُکَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا اِنَّکَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ الرَّشِیْدُ ۝

کہ اے شعیب تو جو خدا کی عبادت کرتا ہے کیا وہ تجھے کہتی ہے کہ تو ہمیں ان باتوں کے چھوڑنے کے لئے کہتا ہے۔ جو ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں کیا ہم تمھاری یہ بات مان لیں۔ یا جس طرح ہم چاہیں۔ اپنے مالوں سے فائدہ حاصل کریں۔ تو تو بڑا ہی دانا اور پرہیزگار معلوم ہوتا ہے۔ یہ انھوں نے طعن کے طور پر کہا ہے۔ کہ تو اچھی عبادت کرتا ہے کہ باپ دادا کی غلطیاں نکالنے لگ گیا ہے۔ اور ہمیں اپنے مالوں سے نفع حاصل کرنے سے روکتا ہے۔

(۱۵ - دسمبر ۱۹۱۷ء)

جب حضرت شعیب کی اس نصیحت کو کہ مال میں کمی نہ کرو انھوں نے اس بات پر محمول کیا۔ کہ یہ خود نفع کمانا چاہتا ہے۔ اور ہمیں روکتا ہے۔ تو انھوں نے کہا۔ کہ اے میری قوم میری دشمنی کے خیال سے گناہ میں اتنا نہ بڑھ جاؤ کہ تمھیں وہی عذاب پہنچے۔ جو نوح کی قوم یا ہود کی قوم یا صالح کو ملا تھا۔

جب حضرت شعیب نے انھیں کم ناپنے اور تولنے سے منع کیا۔ اور بتایا کہ تمھیں کم تولنے سے منع کرنے سے میری یہ غرض نہیں ہے کہ میں خود دولتمند ہوں۔ بلکہ مجھے تو میرے خدا نے جو کچھ دے رکھا ہے وہی اچھا ہے۔ میں تو صرف تمھاری بھلائی اور نفع کے لئے کہتا ہوں۔ پس تم میری دشمنی کی وجہ سے اس بات پر نہ اڑے رہو۔ کیونکہ اگر تم ایسا کروگے تو تمھارا بھی وہی حال ہوگا۔ جو قوم نوح قوم ہود قوم صالح اور قوم لوط کا ہوا۔ اس لئے تمھیں چاہئے کہ اپنے پہلے گناہوں کی خدا سے معافی مانگو میرا رب بڑا مہربان اور محبت کرنے والا ہے۔ وہ ضرور تمھیں معاف کرے گا۔

ان باتوں کو سنکر انھوں نے کیا جواب دیا۔ یہ کہ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ وَمَا اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ۝ اے شعیب ہماری سمجھ میں ہی تمہاری بہت سی باتیں نہیں آتیں۔ یہ انھوں نے کیوں کہا اس لئے کہ انبیاء کے مخالفین روحانیت سے اتنے دور ہو چکے ہوتے ہیں۔ کہ وہ جانتے ہی نہیں کہ خدا کی کیا شان ہوتی ہے۔ وہ اپنے بندوں سے کس طرح کلام کرتا ہے۔ اس کی کیا صفات ہیں۔ وہ کس طرح بندوں کو معاف کرتا ہے۔ کس طرح ان کے مالوں میں برکت دیتا ہے اسی وجہ سے انھوں نے کہا کہ یہ تو نے ہمیں رحیم اور ودود کیا بتانا شروع کر دیا ہے ہمیں تو اس کی کچھ سمجھ ہی نہیں آتی۔ پھر تو ایک ضعیف اور کمزور انسان ہے۔ تیرا کیا حق ہے کہ ہمیں سمجھاتے اور نصیحت کرے۔ تو نے یہ ہمارے ساتھ ایسی گستاخی کی ہے کہ اگر تیری جماعت بڑی نہ ہوتی۔ تو ہم تجھے سنگسار کر دیتے۔ اور تو ہمارا کچھ بھی نہ بگاڑ سکتا۔

نبی کی غیرت

اگر کوئی اور انسان ہوتا۔ تو ان کی اس بات پر بڑا خوش ہوتا کہ میری جماعت اور قوم سے یہ ڈرتے ہیں۔ لیکن دیکھو ایک نبی کو خدا کے لئے کس قدر غیرت ہوتی ہے وہ یہ بات سنکر برداشت نہ کر سکے اور کہہ اٹھے۔ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَاۗءَكُمْ ظِهْرِيًّا ۭ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝ اے میری قوم کیا تو میری جماعت کو بہت زبردست سمجھتی ہے خدا کے مقابلہ میں۔ کہ اس سے ڈرتی ہے۔ اور خدا سے نہیں ڈرتی ہے۔ مجھے تو اس کی کوئی پروا نہیں ہے۔ مجھے تو اپنے رب پر ہی بھروسہ ہے۔ اور وہ ایسی طاقت اور قدرت والا ہے۔ کہ جو کچھ تم کرتے ہو اس کو گھیرے ہوئے ہے۔

نواں رکوع

(۱۶ - دسمبر ۱۹۱۷ء)

حضرت موسیٰ کی بعثت

اس رکوع میں خدا تعالیٰ حضرت موسیٰ کا واقعہ بیان فرماتا ہے۔ کہ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَآ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ ۝ کہ ہم نے موسیٰ کو بھیجا اپنے دلائل کے ساتھ۔ جو اعجازی رنگ کے تھے۔ اور سلطان مبین دیکر یعنی کھلا کھلا غلبہ اور مضبوط دلائل دیکر۔ جن کا جواب دشمن سے کوئی نہ بن پڑتا تھا۔ فرعون اور اس کے ساتھیوں کی طرف۔ مگر اس کے ساتھیوں نے فرعون ہی کی بات مانی۔ حالانکہ اس کی بات میں کوئی بھلائی اور ہدایت نہ تھی۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جو ضلالت کو دیکھتے ہوئے بھی اسی کی طرف جاتے ہیں اصل بات یہ ہوتی ہے کہ انھیں خدا پر یقین اور ایمان ہی نہیں ہوتا۔ اور وہ ظاہری نفع اور فائدہ کو دیکھ کر خدا کی باتوں کا انکار کر دیتے ہیں۔ یہی بات فرعون کے ساتھیوں نے کی۔

کیا فرعون نجات پا گیا

يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ۭ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ۝ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ لوگ جنھوں نے فرعون کی بات مان کر موسیٰ سے انکار کر دیا۔ قیامت کے دن فرعون ان کے آگے آگے چلیگا۔ اور انھیں آگ پر جا کھڑا کرے گا۔ فاوردھم النار سے بعض لوگوں نے یہ نکالا ہے۔ کہ وہ دوسروں کو آگ میں ڈالے گا۔ خود تو نہیں جائیگا۔ اور دوسری جگہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ الیوم ننجیک ببدنک۔ کہ ہم نے اس کے بدن کو نجات دی اس سے معلوم ہوا وہ بخشا گیا۔ اور اسے عذاب نہیں دیا جائیگا۔ لیکن یہ درست نہیں ہے۔ کیونکہ خدا نے صرف اس کے بدن کو نجات دینے کا ذکر کیا ہے نہ کہ اسے بخش دینے کا۔ اور نہ ہی ان الفاظ سے یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ وہ بخشا گیا۔ اس لئے آگ میں نہیں جائیگا۔ بلکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ۔ کہ جس طرح انھوں نے دنیا میں اس کی پیروی کی اسی طرح قیامت کو اس کے پیچھے پیچھے آگ کی طرف جائیں گے۔ اور اسی کے ذریعہ اس میں داخل ہونگے۔

(۱۷ - دسمبر ۱۹۱۷ء)

رسول کریم سے حضرت موسیٰ کی مشابہت

حضرت موسیٰ کو آنحضرت صلعم سے بہت زیادہ مشابہت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان دونوں نبیوں کے سلسلوں کو ایک دوسرے کے بالمقابل بنایا ہے۔ اس مشابہت سے حضرت مسیح موعود نے اپنے دعوے کے ثبوت میں بڑے بڑے دلائل دیئے ہیں۔ اور اس سے جس قدر عظیم الشان نتائج آپ نے پیدا کئے ہیں۔ اس تیرہ سو سال میں اور کسی نے نہیں کئے۔ مسیح موعود کا زمانہ، اس کی مخالفت۔ اس کی کامیابی وغیرہ کو جس تفصیل کے ساتھ آپ نے بیان کیا ہے۔ وہ آپ ہی کا کام تھا۔ قرآن کریم میں بھی جس قدر تفصیل اور تشریح کے

ساتھ ان دو انبیاء کے حالات اور واقعات بتائے گئے ہیں۔ اور کسی کے متے نہیں ہیں۔ یہاں بھی چونکہ حضرت موسیٰ کا ذکر آیا تھا۔ اور ان کے واقعات کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے واقعات سے مشابہت تھی۔ اس لئے تشریح میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے لوگوں کو مخاطب کیا ہے۔ حضرت موسیٰ سے پہلے جن انبیاء کا ذکر تھا۔ ان کے صرف واقعات پیش کر دیئے تھے۔ اور نتائج نکالنے لوگوں پر چھوڑ دیئے تھے۔ لیکن یہاں ایسا نہیں کیا۔ بلکہ واقعات کو بیان کرکے۔ خود ہی ان کے نتائج نکالے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے لوگوں کو بتایا ہے کہ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَۃِ ؕ ذٰلِکَ یَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّہُ النَّاسُ وَذٰلِکَ یَوْمٌ مَّشْہُوْدٌ ۝ پہلے انبیاء کے صرف واقعات بیان کر دیئے تھے۔ اور نتائج نکالنا لوگوں پر چھوڑ دیا تھا۔ مگر یہاں بتایا کہ وہ لوگ۔ جو آخرت کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں۔ ان کے لئے موسیٰ کے واقعات میں بہت بڑا نشان ہے۔ کیونکہ جن کو اس بات کا یقین ہو کہ مرنے کے بعد پرسش ہونی ہے۔ وہی اس وقت کے لئے تیاری کریں گے۔ پس تم لوگ موسیٰ کے حالات کو دیکھ لو۔ جو کچھ اس کے مخالفین کے ساتھ ہوا۔ وہی ان لوگوں کے ساتھ ہوگا۔ جو اس نبی کی مخالفت پر کھڑے ہیں پس تم آخرت کے دن سے ڈرو۔ وہ ایسا دن ہوگا۔ جو لوگوں کے جمع ہونے کا دن ہوگا اور اس دن تمام لوگ حاضر کئے جائیں گے۔ یہ بات کیوں بتائی۔ اس لئے کہ یہ بھی بہت بڑی شرمندگی کا موجب ہوتا ہے۔ کہ مجمع میں کسی کے عیب ظاہر کئے جائیں اور اسے ذلیل کیا جائے۔ ایسی ذلت بہت بڑی ذلت ہوتی ہے۔ اس سے انہیں بتایا کہ اس دن سے تمہیں خوف کرنا چاہئے۔ تاکہ اتنی بڑی ذلت سے بچ سکو۔

زفیر اور شہیق (۱) لمبے سانس لینے کی دو حالتیں ہیں۔ جب زور سے اور لمبا سانس کھینچا جائے تو اسے زفیر کہتے ہیں۔ اور شہیق لمبے سانس کو باہر نکالنے کا نام ہے۔ سخت مصیبت اور خوف کے وقت ایسا ہوتا ہے۔

(۲) چیخیں ماریں گے۔ جب تھک جائیں گے۔ تو کراہیں گے۔

(۳) گدھے کی لمبی ہینگ اور آواز کھینچنے کو بھی کہتے ہیں۔

الا ماشاء ربک کا محل استعمال

خٰلِدِیْنَ فِیْہَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّکَ ؕ اِنَّ رَبَّکَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ۝ دوزخی لوگ دوزخ میں رہیں گے جب تک کہ زمین اور آسمان رہیگا۔ مگر جب تک تیرا رب چاہے۔ بے شک تیرا رب جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

اس آیت میں بہت اختلاف ہوا ہے۔ بعض نے اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ دوزخ کا عذاب ایسا ہے۔ جو کبھی ختم ہونے والا نہیں۔ لیکن ایک گروہ نے اسی آیت سے یہ نکالا ہے کہ یہ ختم ہو جانے والا عذاب ہے۔

جو کہتے ہیں کہ نہیں ختم ہوگا۔ وہ خٰلِدِیْنَ فِیْہَا کو پیش کرتے ہیں اور دوسرے

اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّکَ سے نکالتے ہیں۔ کہ جب اللہ چاہیگا۔ نکال دے گا۔ یعنی ایک وقت نکال دے گا۔

ہمارا مذہب تو یہی ہے۔ کہ دوزخ کا عذاب ایسا نہیں جو ختم نہ ہونے والا ہو چنانچہ حضرت مسیح موعود نے بڑے زور سے اس بات کو پیش کیا ہے۔ لیکن اس آیت سے جو استدلال کیا گیا ہے۔ وہ درست نہیں ہے۔ کیونکہ یہی الفاظ بہشت والوں کے لئے بھی آتے ہیں۔ تو کیا خدا انہیں بھی کسی وقت بہشت سے نکال دے گا۔

بات یہ ہے کہ شان ایزدی کا لحاظ رکھانے کے لئے ایسے الفاظ بولے جاتے ہیں

سورہ یوسف

رکوع اول

(۲۴ دسمبر ۱۹۱۷ء)

خدا تعالےٰ نے سورہ ہود میں ان لوگوں کا ذکر کیا ہے۔ جو اپنے گناہوں پر اصرار کرکے ہلاک ہو گئے۔ اور سورۃ یوسف میں ان کا ذکر کرتا ہے۔ جو توبہ کرکے بچ گئے۔ فرماتا ہے۔ الٓرٰ ۟ تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ ۝ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰہُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝

فضیلت قرآن قرآن کی صداقت کے دو ثبوت ہیں۔ ایک یہ کہ کتب المبین۔ کھلی کتاب ہے۔ دوسرے یہ کہ تمام عقدوں کو حل کر دیتی ہے۔ ان دونوں باتوں کے لحاظ سے تمام مذہبی اور دوسری کتابوں پر یہ کتاب فوقیت رکھتی ہے۔ کھلی ہے تو ایسی کہ اس کے لئے کسی بیرونی دلیل کی ضرورت نہیں۔ ایک تو ایسی صداقت ہوتی ہے۔ جس کے لئے بیرونی دلیل لانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً ایک شخص آکر کہے کہ فلاں جگہ میں نے فلاں شخص کو دیکھا تھا۔ اگر اس میں ہمیں شک ہوگا۔ تو اسے کہیں گے کہ کوئی گواہ لاؤ۔ لیکن ایک ایسا شخص آئے۔ جو ایک دوسرے کو ساتھ لائے۔ اور کہے کہ یہ ہے فلاں آدمی۔ تو اس سے کوئی گواہ نہیں مانگا جائیگا۔ تو قرآن کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ اس کو بیرونی دلائل کی ضرورت نہیں۔ جو بات پیش کرتا ہے۔ اس کی دلیل خود ہی دیتا ہے۔ اور قرآن کریم کی ترتیب الفاظ اس کا انسانی طاقت سے بڑھ کر باتوں پر حاوی ہونا۔ غیب کی خبریں بتانا اور بہی مترجم کی اور باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خدا کی کتاب ہے۔

پھر ایک یہ اس عقدہ اور مشکل کے حل کرنے والی کتاب ہے۔ جو روحانی ہے۔ پہلی کتابیں ایسی نہیں ہیں۔ چونکہ وہ بھی خدا کی طرف سے نازل ہوئی تھیں۔ اس لئے ان میں بھی یہ بات پائی جاتی تھی۔ تاہم اس قدر نہیں جس قدر قرآن کریم میں۔ اور پھر آج تو ان کی ایسی حالت ہے۔ کہ ان سے کچھ معلوم ہی نہیں ہوتا۔

حضرت یوسف کی پہلی خواب

اِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ ۝ جب کہا یوسف نے اپنے باپ کو۔ کہ اے میرے باپ میں نے دیکھا ہے گیارہ ستاروں۔ سورج اور چاند کو کہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔

سجدہ کے معنی عربی میں دو ہیں۔ (۱) اطاعت اور فرمانبرداری کرنا (۲) عبودیت کے اظہار کا جو اعلیٰ ذریعہ ہے اس کو اختیار کرنا۔ یعنی ماتھے کو زمین پر رکھ دینا۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ دوسرے معنی کسی انسان کے لئے تھ نہیں آ سکتے۔ کیونکہ کوئی ایسا انسان نہیں ہے۔ جو معبود ہونے کے قابل ہو۔ اور پہلی کتابوں سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ خدا کے سوا اور کوئی قابل عبادت نہیں ہے۔

یہاں یہ جو ان کو پیشگوئی کے طور پر اپنے بھائیوں اور باپ کے متعلق بتایا گیا ہے۔ اس کے یہ معنے تو ہو نہیں سکتے "کہ ان کو سجدہ کریں گے۔ اور نہ ہی یہ معنے ہو سکتے ہیں۔ کہ وہ ان کی اطاعت اور فرمانبرداری کریں گے۔ کیونکہ اس میں ان کے باپ بھی شامل ہیں۔ اور یہ ہو نہیں سکتا کہ باپ ان کی اطاعت کریں۔ کیونکہ وہ بھی نبی تھے۔

اب یہ دونوں معنے تو ہو نہیں سکتے۔ اس لئے یہی کرنے پڑیں گے۔ کہ یہ میرے لئے اور میری وجہ سے خدا کے حضور سجدہ کریں گے۔ اور یہی معنی درست اور صحیح ہیں جب انہیں خدا تعالیٰ نے اعلےٰ مقام پر پہنچا دیا گا۔ تو اس خوشی کے حاصل ہونے پر ان کے باپ خدا تعالےٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے خدا کے حضور سجدہ کریں گے۔ اور ان کے بھائی بھی ایک مدت کے بعد جب دیکھیں گے کہ اس کے ذریعہ ہماری جان بچی ہے۔ اور ہمیں بڑا فائدہ حاصل ہوا ہے۔ تو وہ بھی خدا کے حضور سجدہ کریں گے۔

رکوع دوم

(۱۳۱- دسمبر ۱۹۱۷ء)

رسول کریم سے حضرت یوسف کو مشابہت

حضرت یوسف کی زندگی ہاور رسول کریم صلعم کی زندگی آپس میں بہت مشابہت رکھتی ہے۔ گویا یوں سمجھنا چاہئے کہ یوسف اس عظیم الشان نظارہ کی جو اس سے دو ہزار سال بعد واقع ہونے والا تھا۔ ایک مختصر سی تصویر تھی۔ اور رسول کریم کی زندگی میں جو عظیم الشان واقعات ہونے والے تھے اور جن سے دنیا پر بڑا اثر ہونے والا تھا۔ اور آپ کے ذریعہ دنیا میں جو بڑے بڑے تغیرات ہونے والے تھے۔ ان کا مختصر نقشہ حضرت یوسف کی زندگی میں دکھایا گیا۔ خصوصاً بنو اسحاق کو وہ نظارہ یوسف کی زندگی کا دکھایا گیا۔ جو انہیں رسول کریم کے وقت پیش آنا تھا۔ خدا نے یہود کو بتایا تھا کہ دیکھو یوسف کے ذریعہ فرعون (بادشاہ مصر کا لقب) نے ان کی خدمت کر کے کس قدر فوائد حاصل کئے تھے۔ تم بھی اگر ایسا ہی کروگے تو بہت فائدہ اٹھاؤ گے۔ لیکن بجائے اس کے کہ وہ اس سے فائدہ اٹھاتے۔ اور حقیقی یوسف کی تائید کرتے انھوں نے مخالفت کی۔ اس لئے اس قحط سے جو حضرت یوسف کے وقت پڑا بہت بڑا قحط آنحضرت صلعم کے وقت پڑا۔ جس سے وہ ہلاک ہو گئے

لَقَدْ کَانَ فِیْ یُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖۤ اٰیٰتٌ لِّلسَّآئِلِیْنَ ۝ فرمایا یہ لوگ محمد صلعم کی صداقت کا ثبوت پوچھتے ہیں۔ ان کو کہو اگر تم اس کی صداقت معلوم کرنا چاہتے ہو۔ اور دیکھنا چاہتے ہو۔ کہ خدا ان سے۔ ان کی جماعت سے ان کا مقابلہ کرنے والوں سے کیا سلوک کرے گا۔ تو اس کے لئے یوسف اور اس کے بھائیوں کے حالات پر نظر ڈالو۔ کیونکہ اس رسول کو یوسف کے ساتھ کوئی ایک مشابہت نہیں۔ بلکہ بہت سی مشابہتیں ہیں۔ جو ان سوال کرنے والوں کی تسلی کے لئے کافی ہیں۔

اِذْ قَالُوْا لَیُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰۤی اَبِیْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّ اَبَانَا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنِ ۝ حضرت یوسف کے بھائیوں نے ایک دوسرے سے کہا۔ کہ ہمارے باپ کو یوسف اور اس کا بھائی بہت پیارے ہیں۔ حالانکہ ہم عصبہ ہیں۔ عصبۃ۔ جماعت جس کی تعداد دس ہو۔ پھر دس سے چالیس تک کی جماعت کو بھی کہتے ہیں۔

وہ کہتے ہیں ہماری کثرت ہے۔ اور ہم ہی کام کرنے والے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے ہمارے باپ کو یوسف اور اس کے بھائی سے زیادہ محبت ہے۔ حالانکہ اگر کوئی مدد پہنچ سکتی ہے۔ تو ہم سے ہی پہنچ سکتی ہے۔ اور ہم ہی مدد دینے کے لائق ہیں۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ ہمارا باپ ان سے ہماری نسبت کیوں زیادہ محبت کرتا ہے۔ اور ہمیں اپنی ویسی محبت کے کیوں قابل نہیں سمجھتا۔ یہی بات آنحضرت صلعم کے مقابلہ میں کہی گئی۔ کہ ہم اس سے زیادہ مستحق ہیں۔ اگر خدا نے کوئی نبی بنانا ہوتا تو ہم سے بناتا۔ اس کو کیونکر بنا دیا ہے۔

ان ابانا لفی ضلٰل مبین۔ وہ کہتے ہیں۔ ہمارا باپ یوسف کی محبت میں حد سے زیادہ بڑھ گیا ہے حتیٰ کہ اس کی عقل ماری گئی ہے۔ اب ہمارے لئے چارہ کار یہ ہے کہ اِقْتُلُوْا یُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا یَّخْلُ لَکُمْ وَجْهُ اَبِیْکُمْ وَتَکُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِیْنَ ۝ یا تو یوسف کو قتل کر دیا اسے یہاں سے نکال کر اور ملک میں چھوڑ آؤ۔ اس طرح ہمارے باپ کی جو محبت یوسف سے ہے۔ وہ اس سے نہیں رہیگی۔ بلکہ ہمارے لئے ہو جائیگی۔ یوسف کے ساتھ ایسا سلوک کرنے کے بعد تم قوم صلحین ہو جانا۔

تکونوا من بعدہ قوما صٰلحین کے میرے نزدیک یہ معنی نہیں۔ کہ وہ کہتے ہیں۔ کہ بعد میں تم نیک ہو جانا۔ کیونکہ وہ اسے یوسف کے نکالنے یا قتل کرنے کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ اور یہ نہیں ہوا کرتا کہ ایک بدفعل کے بعد قلب صاف ہو جاتا اور انسان متقی ہو جاتا ہے۔ کہ وہ ایسا کرنے کے بعد نیک ہو جائیں گے۔ بلکہ ان کا مطلب یہ ہے کہ جب یہ درمیان سے اٹھ جائیگا تو باپ کی ساری توجہ ہماری طرف ہو جائیگی۔ اور یہ آئے دن کا جھگڑا۔ جو اس کے ہونے کی وجہ سے ہے نہیں رہیگا۔ اور ہمارے ہاں امن وامان

باہتمام شیخ عبد الرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپکر مالکان کے لئے شائع ہوا۔